

سنتِ رسول

(شیخ مصطفی السباعی)

(۲)

عہد نبوی کے بعد حدیث کے بارے میں صحابہ کا موقف | حضرت زید ابن ثابت سے ابو داؤد اور ترمذی کی یہ روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ "اللہ اس آدمی کو خوش اور آسودہ رکھے جس نے میری بات سنی ہے محفوظ رکھا اور پھر اسے جیسے سنا تھا ویسے ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ بسا اوقات سننے والے سے بڑھکر محافظہ نہیں ہوتا ہے جس تک سنتے والا پہنچاتا ہے" ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا "دیکھو! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ اُس تک میری بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں" اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وصیت فرمائی کہ وہ صحت و تحقیق کے ساتھ اپنی آئندہ نسلوں تک پہنچائیں اور فرمایا "ایک آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ جو سنے، بلا تحقیق اُسے دوسروں تک پہنچا دے"

ان ارشادات کے پیش نظر صحابہ کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ سنت کی اس امانت کو بلا کم و کاست دوسروں کے حوالے کرنے کا پورا پورا اتہام کریں، خصوصاً جبکہ وہ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے تھے اور تابعین نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر اور طویل مسافتیں طے کر کے ان کے پاس آنا شروع کر دیا تھا۔ حدیث کے پھیلنے اور اسے جمہور مسلمین تک پہنچانے میں مذکورہ بالا ارشادات نبوی نے ایک زبردست محرک کا کام کیا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ روایت کی کثرت و قلت کے اعتبار سے صحابہ آپس میں متفاوت تھے۔

مثلاً حضرت زبیر زید ابن ارقم اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے بہت کم احادیث منقول ہیں۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر نے اپنے والد سے عرض کیا کہ "آپ فلاں فلاں صحابی کی طرح زیادہ احادیث کیوں بیان کرتے؟" انہوں نے جواب دیا کہ میں بھی آپ کے ہر وقت ساتھ رہتا تھا لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "جس نے مجھ پر جھوٹ بانڈھا وہ آگ میں اپنا مقام بنا لے"

اسی طرح ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ زید بن ارقم سے جب کہا جاتا تھا کہ کوئی حدیث بیان کیجیے تو وہ کہتے "ہم پورے ہو گئے ہیں، ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا ہے اور رسول اللہ سے حدیث بیان کرنا ایک بڑا کٹھن کام ہے" سائب بن زید کہتے ہیں: میں نے سعد بن مالک کے ساتھ مدینے سے مکے تک کا سفر کیا۔ اس اثنا میں میں نے ان سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ حضرت انس بن مالک حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کرتے تھے: او کیا قال؟ آپ نے یہ بات یا تقریباً اس حدیثی بات ارشاد فرمائی تھی، حضرت انس کی یہ احتیاط اس بنا پر تھی کہ کہیں کوئی غلط چیز آپ کی طرف نہ منسوب ہو جائے۔ حضرت زبیر، زید بن ارقم اور ان کی طرح کے دوسرے قلیل الروایت صحابہ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ مبادا بلا ارادہ یا غیر شعوری طور پر وہ غلط بیانی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ نیز انہیں اپنے حلقے پر بھی اس حد تک اعتماد نہیں تھا کہ انہیں اس امر کا کلی اطمینان ہوتا کہ وہ احادیث کے الفاظ اور انداز بیان کو پوری صحت کے ساتھ نقل کر سکیں گے۔ اس لیے ان کے نزدیک احتیاط کا پہلو اسی میں تھا کہ وہ کم روایت کریں اور صرف وہی حدیث روایت کریں جس کی صحت پر انہیں کامل اعتماد ہو۔

ان سب احتیاطوں پر مستزاد حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ حدیث میں لوگ ایسے منہمک نہ ہو جائیں کہ قرآن سے غفلت برتنے لگیں۔ قرآن کے نزول پر ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا اور اس کی حفاظت اور نقل و اشاعت کی ضرورت مقدم ترین تھی۔ امام شعبی قرقظہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ قرقظہ نے کہا: "ہم عراق کو جا رہے تھے۔ حضرت عمر ہمارے ساتھ مقام حرات تک آئے۔ یہاں انہوں نے وضو کیا اور کہا: کیا جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں آیا ہوں؟ ہم نے کہا: ہاں، اس لیے کہ ہم اصحاب رسول ہیں۔" حضرت عمر نے فرمایا: تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو قرآن سے خصوصی لگاؤ رکھنے میں مشہور ہیں۔ اس لیے تم لوگ انہیں حدیث سنا سنا کر قرآن سے ان کی دلچسپی کو نہ کم کر دینا۔ قرآن کی تجوید میں کوشش کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کرنا۔ میں تمہارا شریک ہوں۔" جب حضرت قرقظہ عراق میں پہنچے تو لوگوں نے کہا: ہم سے حدیث رسول بیان کیجیے۔ انہوں نے جواب دیا: "مجھے عمر نے روک دیا ہے۔"

لیکن صحابہ کرام میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت سے کثرت کے ساتھ روایت کیا ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ ان کی روایت کردہ احادیث سے صحابہ کی عقلیں گرم رہتی

تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی نوٹ بکٹ الصادقہؓ سے اکثر حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کبار صحابہ سے احادیث حاصل کرنے میں گونا گوں تکلیفیں اٹھاتے تھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمان رسول اللہؐ سنا کرتے تھے۔ ابن عبدالبر ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ فرمایا مجھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے بارے میں اطلاع ملتی تھی تو میرے لیے یہ ناممکن نہیں ہوتا تھا کہ میں کسی آدمی کو بھیج کر انہیں اپنے ہاں بلوائتا اور پھر ان سے حدیث رسولؐ سن لیتا۔ لیکن میں خود جا کر ان کے دروازے پر انتظار میں لیٹ جایا کرتا تھا، حتیٰ کہ صحابی گھر سے باہر نکلتے اور حدیث بیان کرتے، غرضیکہ حضرت ابن عباسؓ نے حصول حدیث کی خاطر بے حد حساب و محنتیں اور صعوبتیں برداشت کیں اور جتنے صحابہؓ سے بھی آپ کی ملاقات ممکن تھی ان سے مل کر ان سے احادیث کو تمام و کمال اخذ کیا۔ پھر اس پورے فیصلے کی نشر و اشاعت کا فریضہ بھی اپنے ذمے لیا اور اس کی ادائیگی میں کسی طرح کا وقار یا غیر ضروری انکسار کا احساس حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ بعد میں جب جھوٹی احادیث وضع ہونی شروع ہوئیں تو ابن عباسؓ نے روایت حدیث میں کمی کر دی۔ امام مسلمؒ اپنی صحیح کے مقدمے میں روایت کرتے ہیں کہ بشیر ابن کعبؓ ابن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیثیں بیان کرنا شروع کیں۔ ابن عباسؓ نے کہا "فلاں حدیث ایک بار پھر سنیے" بشیر ابن کعبؓ نے وہ حدیث دوبارہ سنائی اور ساتھ ہی کہا "معلوم نہیں کہ آپ نے میری ساری حدیثیں مان لی ہیں یا صرف اس ایک کو صحیح تسلیم کیا ہے؟" ابن عباسؓ نے جواب دیا "جب تک کہ وضع حدیث کا فتنہ نمودار نہیں ہوا تھا ہم رسول اللہؐ سے روایت کرتے تھے، لیکن جب سے لوگوں نے غیر ذمہ دارانہ روش اختیار کی ہے ہم نے بھی روایت کرنا ترک کر دیا ہے" کثیر الروایت صحابہ بھی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں کم روایت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں خلفاء ایک طرف حدیث میں تحقیق و تنقید پر بہت زور دیتے تھے اور دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ قرآن کریم سے لوگوں کا تعلق استوار کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا گیا "کیا آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی اسی طرح روایت کرتے تھے جس طرح اب کرتے ہیں؟" کہنے لگے "اگر میں حضرت عمرؓ کے عہد میں ایسا کرتا تو وہ ڈنڈے سے میری خبر لیتے"

کیا حضرت عمرؓ نے کثرت روایت کی بنا پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟ | اس مقام پر حدیث کے بارے میں حضرت عمرؓ اور

دیگر صحابہ کے موقف سے متعلق ذیل کے دو سوالات کا جواب دے دینا ضروری ہے:-

۱- کیا حضرت عمرؓ نے کثرت روایت کی بنا پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟

۲- کیا صحابہ کرام قبول حدیث کے لیے کچھ شرائط عائد کرتے تھے؟

یہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے کیا صحابہ میں سے تین اصحاب یعنی حضرت ابن مسعود، ابو الدرداء اور ابو ذر غفاری کو کثرت روایت کی بنا پر قید کیا تھا۔ انہیں نے کوشش کی ہے کہ کسی معتبر کتاب میں مجھے یہ روایت مل جائے لیکن میں ناکام رہا ہوں۔ اس روایت کا موضوع ہونا واضح ہے ابن مسعود ایک جلیل القدر صحابی اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی، حتیٰ کہ جب ابن مسعود کو انہوں نے عراق بھیجا تو اپنے اس فعل کا اہل عراق پر بطور ایک احسان کے ذکر کیا اور ان سے کہا "میں عبد اللہ بن مسعود کو اپنے پاس رکھنے کے بجائے تمہارے پاس بھیجنے میں بڑے ایشار سے کام لے رہا ہوں؟" حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ابن مسعود عراق میں ممتاز پوزیشن کے مالک رہے۔ ان کو حضرت عمرؓ نے بھیجا ہی اسی لیے تھا کہ اہل عراق کو احکام کتاب و سنت سکھائیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں کثرت روایت کی وجہ سے قید کیا گیا ہو؟ جہاں تک حضرت ابو ذر اور ابو الدرداء کا تعلق ہے، ان دونوں اصحاب سے اتنی احادیث مروی ہی نہیں ہیں کہ انہیں مکثرین میں شمار کیا جاسکے۔ علاوہ ازیں ابو الدرداء بھی ابن مسعود کی طرح شام میں مسلمانوں کے معلم تھے اور جو سوال آخر الذکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے، وہی اول الذکر کے بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں حضرات روایت حدیث سے اجتناب کریں تاکہ دین کے احکام مخفی نہ رہ جائیں؟ حضرت ابو ذر سے جو احادیث منقول ہیں وہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ احادیث کا ایک معمولی جز بنتی ہیں تو پھر اگر ابو ذر کو محبوس کیا گیا تھا تو حضرت ابو ہریرہ کو قید کرنا کہیں زیادہ ضروری تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ حضرت عمرؓ کے ڈر سے روایت نہیں کرتے تھے، اس لیے انہیں قید نہیں کیا گیا تو پھر حضرت ابو ذر کو حضرت عمرؓ کا خوف کیوں نہیں تھا؟ مزید برآں اگر ابو ذر اتنی کثرت سے روایت کرتے تھے کہ انہیں اس سے باز رکھنے کے لیے قید کی حاجت پیش آئی، تو عہد ابو بکر و عمرؓ اور مابعد کے عہد کی مرویات کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہونا چاہیے تھا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابن مسعود، ابن عباس، ابو ہریرہ، جابر بن عبد اللہ

اور حضرت عائشہ کو کثیر الروایت تسلیم کیا جاتا ہے مگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی کوئی ایسی بات منقول نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ ان کو روایت حدیث سے روکتے تھے۔ بلکہ حضرت عمرؓ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے لوگوں سے کثرت سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ان سے کہا: "کیا آپ فلاں مقام پر موجود تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے؟" انہوں نے جواب دیا: "ہاں، اور میں نے آپ سے یہ یہ سنا تھا کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا اُس نے آگ میں اپنا ٹھکانا بنایا" حضرت عمرؓ نے کہا: "اگر آپ کو یہ فرمان رسول یاد ہے تو پھر جلیے اور روایت کیجیے" اب یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کو چھوڑ دیا گیا ہو جو کثرت روایت میں جملہ صحابہ پر فوقیت رکھتے تھے اور ابن مسعود اور ابو الدرداء جیسے صحابہ کو قید کر دیا گیا ہو، جن سے ابو ہریرہ کی نسبت بہت کم روایات منقول ہیں۔

میں نے اس روایت پر بہت غور کیا، اسے مختلف طریقوں سے جانچا، حتیٰ کہ ابن خزم کی کتاب الاحکام میں اس پر یہ عقیدہ میری نگاہ سے گزری:-

"حضرت عمرؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے ابن مسعود، ابوالدرداء اور ابو ذر کو برائے اکثر حدیث قید کیا تھا۔ یہ روایت اقطاع سے مطعون ہے، کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف کا حضرت عمرؓ سے سننا ثابت نہیں ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ یعقوب ابن شیبہ اور طبری وغیرہ نے سماع کو ثابت کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سماع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ راوی تین سو یا پچاس سے سن ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی عمر پچتر برس کی تھی۔ اس حساب سے ان کی پیدائش اور خلافت عمرؓ میں مسئلہ میں ہوئی۔ اس طرح حضرت عمرؓ سے ان کے سماع کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس بنا پر یہ روایت حجت و دلیل نہیں بن سکتی" آگے چل کر ابن خزم لکھتے ہیں کہ یہ روایت بنفسہی کذب اور اختراع کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے ایک طرف تو صحابہ کرام پر اتہام ثابت ہوتا ہے اور یہ ایک نہایت سنگین بات ہے اور دوسری طرف اس سے حضرت عمرؓ کا تبلیغ سنت سے کبار صحابہ کو روکنا اور احکام دین کا انفاء و انکار لازم آتا ہے، جو اسلام سے خروج کے مترادف ہے۔ معاذ اللہ! میرا المؤمنین

یہ کیسے کر سکتے تھے؟ یہ بات تو کسی مسلمان کے شایان شان نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اصحاب ثلاثہ مذکورہ اس سلسلے میں متہم نہیں تھے، تو پھر انہیں نظر بند کرنا صریح ظلم کی تعریف میں آتا ہے۔ بہر حال یہ فاسد روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

کیا صحابہ قبول حدیث کے لیے اس دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام حدیث کے قبول کرنے کچھ شرائط رکھتے تھے؟ میں یقیناً شروط کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، جن میں چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

۱) ذمۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں لکھتے ہیں: آپ حدیث قبول کرنے میں سب سے زیادہ محتاط تھے۔ ابن شہاب نے تعبیضہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک بار ایک متونی کی داوی ابو بکر صدیق کے پاس آئی کہ اسے بھی درتہ میں سے کچھ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تیرا حصہ مقرر نہیں کیا گیا اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے لوگوں سے اس بارے میں پوچھا تو مغیرہ نے کہا کہ آپ نے اسے ثلث کا حقدار بنایا ہے خلیفہ اول نے دریافت کیا کہ کوئی اور بھی اس کا شاہد ہے؟ محمد بن مسلمہ نے بھی اس کی شہادت دی۔ تب حضرت ابو بکر نے اسے نافذ کر دیا۔

(۲) حریری نے اسے نضرہ سے اور انہوں نے ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ ابو موسیٰ نے حضرت عمرؓ کے دروازے کے باہر سے انہیں تین بار سلام کہا لیکن جب آپ نے جواب نہیں دیا تو واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر انہیں بلوایا اور پوچھا کہ کیوں لوٹ گئے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین بار سلام کہے اور اس کا جواب نہ ملے تو پھر اسے لوٹ جانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اس پر کوئی ثبوت پیش کرو، ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ ابو موسیٰ گھبرائے ہوئے بارے پاس آئے۔ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا کہنے لگے تم میں سے کسی نے اس حدیث کو آنحضرتؐ سے سنا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں ہم سب نے سنا ہے۔ پھر ایک صحابی نے اُن کے ساتھ جا کر گواہی دی۔ یہ روایت مسلم میں بھی موجود ہے۔ (باقی صفحہ ۲۱۶ پر)

کشکش بہر حال درپیش ہے اور اس کشکش میں چاہے برسر اقتدار اقلیت اپنی اُیمنی اور معاشی پوزیشن کے بل پر کچھ دیر اور پنپ جائے، لیکن عوامی اکثریت کی اٹھانی ہوئی تحریک کا سیلاب بالآخر اس کو بہائے جائے گا۔ آج یہ اقلیت رائے عام کا احترام کر کے اپنا مستقبل جتنا کچھ بچا سکتی ہے، اس کے خلاف کشکش چھڑ دینے کے بعد پھر اتنا بھی محفوظ رہنا مشکل ہو جائیگا!

پس جدید عنصر کو ہم خیر خواہی کے ساتھ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ چند اقتدار پسند افراد کے اٹھانے ہونے باوجود ہوائی پروڈیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو تعصب میں مبتلا نہ کرے، حقائق کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنا مستقبل اسلام اور اسلام کو چاہنے والی عوامی اکثریت کے ساتھ وابستہ کرے۔

دلیقہ مسند رسول (صفحہ ۲۰۸)

(۳) ہشام نے اپنے باپ سے اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے ان سے عورت کے محل ساٹھ کیے جانے کے متعلق پوچھا تو مغیرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رویت عائد کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو ایک گواہ لاؤ۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ نے اگر شہادت دی کہ آپ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔

(۴) اسامہ بن حکم انزاری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی سے سنا کہ جب میں کسی سے آپ کی حدیث سنا تو اس سے حلف لیتا۔ جب وہ حلف اٹھا لیتا، تب میں اسے تسلیم کرتا۔

اسلامی نظام تعلیم

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے یہ تقریر طلبہ کے ایک اجتماع منعقدہ لاہور میں فرمائی تھی۔ عرض اتمام دعا
اسلامی حیثیت طلبہ کے اسکو شائع کیا ہے۔ اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے ہر پڑھے لکھے شخص مطالعہ کی چیز ہے
منحاست الہم صفحہ قیمت ۵۰
پٹنہ کاپتہ۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان۔ اچھرہ۔ لاہور